تحریک انسدادِ گاؤ کشی
اور
امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

از جناب زین الدین ڈیروی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندو مذہب میں گائے کو مقدس و متبرک مقام حاصل ہے، ویدوں سے لیکر پرانوں، سمرتیوں اور مذہبی کہانیوں میں اس کی پرستش اور عظمت کا ذکر ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا، صاحبِ حیثیت اور پڑھے لکھے ہندو بھی اس غلو عقیدت میں مبتلا ہیں۔ لارڈ ویول اپنی ۱۴/۱۵/ اپریل ۱۹۴۴ء کی ڈائری میں لکھتا ہے:۔

"The Maharaja (of benaras) is an Ultra-Orthodox Hindu and Conceives it necessary for his spiritual health that a cow should be the first object he sees every morning".

ترجمہ:۔ مہاراجہ (بنارس) ایک متشدد راسخ العقیدہ ہندو ہے اور وہ اپنی روحانی تسکین کے لیے یہ ضروری خیال کرتا ہے کہ ہر صبح جس پر اُس کی پہلی نظر پڑے، وہ گائے ہو۔ [1] (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ایک ہندو دوست نے مولانا عبدالحق صاحب نے کہا کہ یار تم اتنے پڑھے لکھے ہو اور ولایت پلٹ بھی ہو، میں نے یہ سنا ہے کہ تم گائے کا پیشاب پیتے ہو۔ ہندو دوست نے کہا، مولوی صاحب دنیا کی کسی چیز میں اتنے وٹامن اور پروٹین نہیں، جتنے گائے کے پیشاب میں ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا: اس سے زیادہ پروٹین اور وٹامن تو میرے پیشاب میں ہیں، اگر تم کہو تو میں روزانہ تمہیں بھجوادیا کروں۔[1]

سوامی نند صاحب کے خیال میں گائے کا مرتبہ ماں کے برابر ہے۔

"Every man had three mothers, his natural mother, mother cow and his motherland".

ترجمہ:۔ ہر شخص کی تین مائیں ہوتی ہیں، اس کی فطری ماں، گئو ماتا اور اپنا مادر وطن۔[2]

ڈاکٹر مونجے ہندوؤں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں:
"ہزارہا سال سے ہندو گائے کو ایک مقدس جانور سمجھتے رہے ہیں، جس کی ہر قیمت پر رکھشا کرنا ان کے مذہبی فرائض میں سے ہے، یہ عمیق جذبہ

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1]

Penderel Moon : Wavell the Viceroy's Journal, Oxford University Press Karachi, 1974 Page 65.

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] نصر اللہ خان: کیا قافلہ جاتا ہے، مکتبہ تہذیب و فن کراچی، ۱۹۸۴ء ص ۳۶۔ [2]

A History of Non-cooperation in the Punjab 1914-24. Superintendant Government Printing Punjab Lahore, 1925 Page ..

ہندوؤں میں ایک عالمگیر جذبہ ہے اور ہندوؤں نے بسا اوقات گائے ذبح کرنے کے مقابلے میں سلطنتوں سے ہاتھ دھو لینے کو ترجیح دی. گئو رکھشا کی خاطر لڑائیاں لڑی ہیں اور حکومتیں خاص اس مقصد کے لیے قائم کی ہیں کہ گائے کی مستقل طور پر حفاظت کریں گے۔"[1]

اسلام میں گائے کو دوسرے جانوروں کے مقابلے میں کوئی ممتاز حیثیت حاصل نہیں بلکہ اس کا گوشت مسلمانوں کی مرغوب غذا ہے اور وہ بغرض ثواب عید الضحیٰ کے موقع پر اس کی قربانی کرتے ہیں. علمائے کرام نے لکھا ہے کہ گائے کے بجائے دوسرے جانوروں کی قربانی بھی کی جاسکتی ہے مثلاً بھیڑ، بکری، لیکن اگر غیر مسلم بزور بازو گائے ذبح کرنے سے روکیں تو مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے اپنی اس دینی رسم کو جاری رکھیں. یہی وجہ ہے کہ جب مسلمانوں نے ہندوستان میں قدم رکھا تو مذکورہ شرعی حکم سے سرمو انحراف نہیں کیا اور ہندوؤں کی مزاحمت کا نہایت جرأت و مردانگی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔

مغل بادشاہ اکبر کے زمانے میں ملک بھر میں ذبیحہ گاؤ پر پابندی عائد کر دی گئی[2] اور گائے کا گوشت حرام قرار پایا[3] نگرانی اتنی سخت کر دی گئی تھی کہ بعض مقامات پر مسلمان گائے ذبح کرتے تو اس کے بدلے میں ان کی جان لی جاتی[4] یہ سخت آزمائش کا دور تھا اور اس غیر شرعی حکم کی تعمیل

[1] ابوالاعلیٰ مودودی: آفتاب تازہ، ادارہ معارف اسلامی لاہور ۱۹۹۴ء صہ ۳۵۲ [2] محمد اکرام شیخ: رود کوثر، فیروز سنز لاہور ۱۹۷۰ء صہ ۱۲۲۔

[3] گائے کا گوشت حرام قرار دینے کے حکم کے پس پردہ ہندو ذہن کام کر رہا تھا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے پتہ کی بات لکھی ہے:۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

نہ کرنے کی وجہ سے کئی مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ اس ناروا پابندی کو مداخلت فی الدین تصور کرتے تھے اور ہندوستان میں ذبیحہ گاؤ کو شعائرِ اسلام سمجھتے تھے[1] اس لیے انہوں نے شہنشاہ جہانگیر سے ملاقات کے لیے جو شرائط پیش کی تھیں، ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ذبح بقر کے امتناعی احکام منسوخ کئے جائیں۔ جہانگیر نے یہ شرائط منظور کر لیے۔[2]

انگریزوں کے دورِ حکومت میں غالباً تلک پہلے ہندو لیڈر تھے جس نے انجمن مخالفین ذبیحہ گاؤ قائم کی اور منظم طور پر مسلمانوں اور برطانوی حکومت کے خلاف زبردست پروپیگنڈا شروع کیا، جس کا مقصد محض ہندوؤں کے جنگجویانہ جذبات کا ابھارنا اور ہندوستانی سیاسیات پر ان کو مسلط کرانا تھا۔ انہوں نے اپنی قوت کی بنیاد سیاسی اور مذہبی روایات پر رکھی۔ ذبیحہ گاؤ کی مخالفت

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) "مسلمان اگر گوشت کھائے تو وہ ہندو کے منہ میں نہیں چلا جاتا مگر باوجود اس کے تعصب سے ضد ہے اور ہندو نہیں چاہتا کہ مسلمان اپنا کوئی بھی دینی کام کرے۔" (محمد نعیم الدین صدر الافاضل مولانا: مجموعہ افاضات صدر الافاضل، ادارہ نعیمیہ رضویہ سوادِ اعظم لاہور ص ۱۴۱۔

[3] برہان الدین احمد فاروقی: حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریہ توحید، کتب خانہ پنجاب لاہور، ۱۹۴۷ء ص ۳۴-۳۵۔ یہی وجہ ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو نے اپنی تصنیف (THE DISCOVERY OF INDIA) مطبوعہ نیویارک ۱۹۴۰ء میں مغل بادشاہ اکبر کی بہت تعریف کی ہے۔ (مرتب غفرلہٗ)

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] محمد مصطفےٰ رضا خاں، مفتی اعظم ہند: الطاری الداری حصہ اول، انجمن ارشاد المسلمین لاہور ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء ص ۳۷ [2] برہان الدین احمد فاروقی حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریہ توحید، کتب خانہ پنجاب لاہور ۱۹۴۷ء ص ۳۷۔

ان کے پاس ایک زبردست ذریعہ تھا جو روز بروز ہندوؤں میں جوش کے ساتھ استعمال ہونے لگا چنانچہ بنارس میں بھی گئو رکھشنی سبھا قائم ہوگئی اور اس کے اہتمام سے ایک ایسا مرقع تیار کرایا گیا جو انتہائی اشتعال انگیز تھا، یعنی ایک گائے ہے جس کے جسم میں بکثرت دیوتا بیٹھے ہوئے ہیں اور تھنوں کے قریب مختلف اقوام و مذاہب کے آدمی ہیں۔ ایک برہمن دودھ تقسیم کر رہا ہے۔ دو صورتیں گائے کے منہ کے سامنے ہیں۔ ایک کی تھوتھنی خنزیر کی اور جسم ایک وحشی کا اور تلوار سے گائے پر حملہ کرنا چاہتا ہے، دوسری تصویر ایک برہمن کی ہے جو حملہ آور اور گائے کے درمیان حائل ہے۔ دُم اور پشت پر کچھ اشلوک سنسکرت میں لکھے ہوئے ہیں اور ایک رشی لٹھ اٹھائے جپ رہا ہے۔ گائے کے پاؤں کے نیچے قرآن مجید کی ایک آیت لکھی ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ:

"خدا کے پاس کچھ قربانی اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔"[1]

یہ تو تھا تلک کا جارحانہ رویّہ، لیکن ہندو مسلم اتحاد کے متوالوں نے اُس کے مرنے پر کیا گل کھلائے، وہ قاضی محمد عدیل عباسی کی زبانی سنئیے جو اس موقع کے چشم دید گواہ ہیں:

"یکم اگست ۱۹۲۰ء کو رات بارہ بجکر ۴۰ منٹ پر اچانک وہ (تلک) اس دُنیا سے گزر گئے، جو عظیم ماتم ہندوستان میں تلک کی موت پر ہوا، وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ جب ان کی راکھ دریائے گنگا میں ڈالنے کے لیے لائی گئی تو اُس وقت میں یونیورسٹی اسکول آف لاء الٰہ آباد کا طالب علم تھا۔ ہم سب لڑکے ہندو اور مسلمان ننگے سر اور ننگے پیر دریائے گنگا کے کنارے تک گئے تھے،

[1] محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۱ء ص ۵۱

ان کے مرنے پر گاندھی جی نے ان کی لاش اٹھانی چاہی تو کچھ لوگوں نے اعتراض کیا، گاندھی جی نے کہا: ایک محب وطن کی کوئی ذات نہیں ہوتی اور گاندھی جی، مولانا شوکت علی اور ڈاکٹر کچلو نے اس کے جنازہ کو کندھا دیا۔" [1]

معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا بلکہ ممبران خلافت کمیٹی نے:۔ "تلک کے مرنے پر غم میں بروز دسواں جامع مسجد میں ننگے سر، ننگے پیر، جمع ہو کر تلک کے لیے دعا اور فاتحہ اور نماز کا ان کی مغفرت کے لیے اشتہار شائع کیا۔" [2]

تلک کے بعد دوسرے ہندو راہنماؤں کے افکار و نظریات کا مطالعہ فرمائیے، اکبری عہد کی طرح ہندوؤں نے ایک بار پھر اس خواہش کا اظہار کیا کہ ذبیحہ گاؤ پر پابندی لگانے کے لیے قانون بنایا جائے لیکن اب وہ کسی اور کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کی ضرورت محسوس نہیں کر رہے تھے بلکہ پنڈت مالویہ نے مسلمانوں کے سامنے براہ راست یہ تجویز پیش کی کہ:۔

"اگر ہندو مسلم سمجھوتہ کر لیں تو حکومت بھی ذبیحہ گاؤ بند کرنے کا حکم دے دے گی۔ مسلمان گائے کو ذبح کرنا چھوڑ دیں گے۔ ہر گاؤں میں ہندو مہاسبھا اور گاؤ سبھا قائم کی جائیں جو گایوں کو قصابوں کے ہاتھ پڑنے سے روکیں، انہیں مسلمانوں کو رضامند کر کے گائے کو ذبح کرنے سے روکنا چاہیے۔۔۔" [3]

اگرچہ یہ سمجھوتہ نہ ہو سکا لیکن مسٹر گاندھی کے دست راست پنڈت

1۔ محمد عدیل عباسی، قاضی: تحریک خلافت، پروگریسو بکس لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۶۱

2۔ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی مع تنقیدات و تعاقبات، مکتبہ نبویہ لاہور ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء ص ۱۱۷۔

3۔ محمد امین زبیری: سیاست ملیہ آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۱۵۸؛

ستیا دیو نے ۲۷ نومبر ۱۹۲۰ء کو متھرا میں تقریر کے دوران ببانگ دہل اعلان کیا :—

"جب ہمارے ہاتھ میں اختیار ہو گا، جس قدر قوانین ہم بنا سکیں گے، بنائیں گے، گاؤ کشی کا مسئلہ ہندوستان میں نہایت اہم مسئلہ ہے۔ ہماری متواتر درخواستوں کے باوجود اس بارہ میں گورنمنٹ نے کچھ نہیں کیا تنہا کاٹھیاواڑ میں ہی بہت سی گائیں ذبح ہوتی ہیں۔ جب قانون سازی کی قوت ہمارے ہاتھ میں آئے گی تو ہم فوراً یہ طے کر دیں گے کہ ہندوستان کے اندر گائے کی قربانی نہ ہو[۱] اور اگر تم ہماری مدد کرو تو ہم دنیا بھر میں روک سکتے ہیں۔ تم میں یہ قوت ہے کہ جو چاہو کر ڈالو۔ اگر تم اپنے لیڈروں پر بھروسہ کرو تو تم ضرور ہندوستانیوں کا راج حاصل کر لو گے۔"[۲]

یہ صرف دھمکی نہیں تھی بلکہ کانگریسی وزارت کے دوران صوبہ متحدہ میں قربانی گاؤ کے سلسلہ میں نہایت معاندانہ اور اشتعال انگیز کارروائیاں ہوئیں۔ مسلمانوں پر کئی جگہ حملے ہوئے۔ قصابوں سے گائیں چھینی گئیں۔ بعض ریاستوں میں دفعہ ۱۴۴ عائد کر کے قربانی مسدود کی گئی[۳] اور ایک مقام مصطفیٰ آباد کے تمام مسلمان مردوں کو جیل بھیج دیا گیا اور عورتوں اور بچوں کا بھی کوئی نگران نہ رہا۔ ایک مسجد میں عید الضحیٰ کی رات سؤر کاٹ کر ڈال دیا گیا۔ ایک مقام پر عید کی نماز تک نہ پڑھنے دی[۴]—"

[۱] مہاشے خوشحال چند ایڈیٹر ملاپ (لاہور) کا یہ بیان بھی اسی ذہنیت کی عکاسی کرتا ہے:— "ہم ہندوستان کو آزاد کرانے میں صرف اسی کی مدد کریں گے جو گئو رکھشا کے انتظام کی ذمہ داری لے گا۔ ہندو سکھ اس امر کا عہد کریں کہ وہ صرف اسی کو ووٹ دیں گے جو گئو رکھشا کو سب سے اول رکھے گا۔" (کاشف البرنی: مسلم انڈیا)

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ہندوؤں کی مسلم دشمنی اس بات سے بھی عیاں ہے کہ متحدہ ہندوستان میں انگریز بھی گائے کا گوشت کھاتا تھا اور گوشت کی سپلائی کے ٹھیکے ہندوؤں کے پاس تھے۔ آج بھی "سیکولر بھارت" میں گائے کی چربی اور اس کے چمڑے کا کاروبار بڑے بڑے ہندو سیٹھ کر رہے ہیں لیکن سزا بس مسلمانوں کو دی جا رہی ہے [۱]

اس سلسلہ میں پنڈت جواہر لال نہرو کی چھوٹی بہن وجے لکشمی نے ایک فکر انگیز واقعہ بیان کیا ہے۔ فرماتی ہیں :۔

"ہردوار کے پانڈے ایک وفد کی صورت میں مجھے ملنے آئے اور مجھے ایک درخواست دی۔ اُسے پڑھ کر میں حیران رہ گئی۔ لکھا گیا تھا کہ جوالا پور میں گئو کشی ممنوع قرار دی جائے، جہاں مسلمان رہتے تھے۔ ہردوار کے پانڈے بڑے ابن الوقت اور کائیاں تھے۔ انہوں نے پورے شہر (ہردوار) پر اس حکم کا اطلاق نہ چاہا تھا کیونکہ بعض حصوں میں انگریز رہتے تھے اور گائے کا گوشت ان کی خوراک کا لازمی جزو تھا گویا ان پانڈوں کو انگریزوں پر کوئی اعتراض نہ تھا، اعتراض تھا تو مسلمانوں پر۔" [۲]

ہندو زعما کا ذکر ختم کرنے سے قبل ضروری ہے کہ قوم پرست مسلمانوں کے محبوب راہنما مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی کے جذبات و احساسات

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سٹار لائٹ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱۹۴۳ء ص ۱۵۹۔

[۲] محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۱۴۷۔

[۳] ماہنامہ طلوع اسلام (دہلی) اپریل ۱۹۳۹ء ص ۲۶۔

[۴] محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۳۲۲ (حاشیہ صفحہ موجودہ)

[۱] ولی مظہر ایڈووکیٹ: عظمتوں کے چراغ جلد سوم مجلس ارکان تحریک پاکستان ملتان ۱۹۸۹ء ص ۱۳۹

[۲] ماہنامہ اردو ڈائجسٹ (لاہور) اپریل ۱۹۹۳ء ص ۱۴۳۔

پیش کیے جائیں۔

مسٹر گاندھی کا ایک سوانح نگار لکھتا ہے:۔

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ گاندھی جی نے بھارت کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی یہ تہیہ کر لیا تھا کہ وہ گائے کی حفاظت کے لیے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کریں گے۔" [۱]

گائے سے اپنی عقیدت و احترام کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا: "میں گئو ماتا کا ادنیٰ پجاری ہوں جسے میں ماں جیسے تقدس اور احترام سے دیکھتا ہوں۔" [۲]

مسٹر گاندھی نے مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے تحریکِ خلافت کی مصنوعی طور پر غیر مشروط حمایت کی تھی لیکن وہ اس وقت بھی گائے کی محبت سے دستبردار نہیں ہوئے تھے:۔

"ان (گاندھی) کا شروع سے یہی عقیدہ تھا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے اتحاد میں اگر کوئی چیز مانع ہے تو محض "گئو" ہے۔ گاندھی جی نے کہا تھا کہ "حالانکہ گئو ماتا کی پرستش کے معاملے میں میں کسی ہندو سے پیچھے نہیں ہوں مگر اس وقت میں مسلمانوں کی طرف جو دستِ تعاون بڑھا رہا ہوں، گئو کشی کی ممانعت کو میں مقدم نہیں سمجھتا، غیر مشروط تعاون کا مطلب ہی گئو رکھشا ہے۔" [۳]

بعض ہندو لیڈر مسٹر گاندھی کو تقسیم ہند کا ذمہ دار سمجھتے تھے، اس لیے کہ اُس نے تحریکِ خلافت، جس کا تعلق کسی لحاظ سے بھی ہندوستان سے

---

[۱] ماہنامہ اردو ڈائجسٹ (لاہور) مارچ ۱۹۷۸ء ص ۱۷۱

[۲] ایضاً ص ۱۷۲ [۳] سردار محمد خاں، چودھری: حیاتِ قائدِ اعظم پبلشرز یونائیٹڈ لاہور ۱۹۴۹ء ص ۱۵۳

نہیں تھا، کی حمایت کر کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ابھارنے میں مدد کی، حالانکہ یہ الزام قطعاً غلط تھا، اور باتوں کے علاوہ مسٹر پی ہارڈے کے مطابق گاندھی نے خود اس الزام کا یہ جواب دیا تھا کہ وہ مولانا شوکت علی کو مسلسل یہی ذہن نشین کراتے رہے کہ اس حمایت کا مقصد مسلمانوں کی گائے (خلافت) کی حفاظت کے ساتھ ساتھ گئو ماتا کی حفاظت بھی ہے۔[1]

ذبیحہ گاؤ کے سلسلہ میں مسٹر گاندھی کی عیاری اور دوغلی پالیسی کا ایک زبردست دلچسپ واقعہ شاہ محمد جعفر صاحب ندوی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:—

"چند سال بیشتر چھپرے کے ایک جلسے میں گاندھی جی نے حضرت قبلہ (سید سلیمان صاحب پھلواردی) کے گھٹنے پکڑ کر کہا تھا کہ "گائے کی قربانی آپ اپنی قوم سے چھڑوا دیجئے، کیونکہ اس سے ہندو مسلم منافرت بہت پیدا ہوتی ہے۔" حضرت قبلہ نے فرمایا کہ "یہ کام میں کر لوں گا اور ایک آپ بھی کیجئے اور وہ یہ ہے کہ اپنی قوم سے بُت پرستی چھڑوا دیجئے، ہندو مسلم میں بڑی وجہ منافرت یہی ہے۔" گاندھی جی نے کہا، یہ بہت مشکل ہے، حضرت قبلہ نے فرمایا:۔ "مشکل تو وہ بھی ہے۔"[2]

مدراس کانگریس میں جب گائے کی قربانی اور مسجد کے سامنے باجہ کے سوال پر ایک پیکٹ ہونے لگا تو اگرچہ کانگریس اسے منظور کر چکی تھی بقول مولانا محمد علی مرحوم، گاندھی جی نے فرمایا کہ:۔

"میں رات بھر اسی الجھن میں گرفتار رہا۔ اس طرح تو مجھے اندیشہ

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے:۔

P. Hardy : The Muslims of British India, Pakistan Publishing House Karachi, 1973 Page - 196

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

ہے کہ ہیں بجائے معین و مددگار بننے کے اور رکاوٹ بن جاؤں گا۔ گائے کا مسئلہ ایسا ہے جس پر نہ میں، نہ کوئی اور ہندو رضا مند ہو سکتا ہے"۔[۱]

آزادی اگرچہ ایک بہت بڑی نعمت ہے لیکن مسٹر گاندھی کے نزدیک یہ اس وقت تک بے معنی ہو گی، جب تک کہ گائے کا تحفظ یقینی نہ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں یہاں ان کے بیانات سے چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں:۔

① "ہندو مذہب کے نقطہ نگاہ سے گایوں کی حفاظت کس قدر ضروری ہے، صرف ان کو آپریشن (ترک موالات) ہی ان کو سوراج[۲]

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ؎۲ رئیس احمد جعفری: علی برادران، محمد علی اکیڈمی لاہور، ۱۹۶۳ء ص ۳۷۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) ؎۱ ایضاً قائد اعظم اور ان کا عہد، مقبول اکیڈمی لاہور ص ۲۳۹

؎۲ صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: "سوراج کے معنی ہی یہ ہیں کہ ہندوستان سے ہر اس شخص کو نکال دیا جائے جس کو ہندو اپنے خیال میں غیر ملکی سمجھتے ہیں یا تہ تیغ کر ڈالا جائے یا دین و ملت سے مرتد کر کے غلام بنا لیا جائے اور اچھوت قوموں کی طرح کتوں اور موذی جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جائے۔ یہ سوراج آریہ قوم (ہندوؤں) کو جان سے زیادہ عزیز ہے اور وہ اپنی جانیں اس کی بھینٹ چڑھانے کے لیے تیار ہیں (مجموعہ افادات صدر الافاضل ص ۲۵۶)

افسوس کہ یہ بات قوم پرست کانگریسی مسلمانوں کی سمجھ میں نہ آسکی، اس سے بھی زیادہ افسوس پاکستانی قلمکاروں پر ہے جو دو قومی نظریہ کے بانی لیڈروں کا تذکرہ کرتے وقت امام احمد رضا فاضل بریلوی، مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی اور دیگر سُنّی اکابرین کو نظر انداز کر دیتے ہیں (مرتب غفرلہٗ)

حاصل کرنے میں مدد دے سکتا ہے اور سوراج کے ذریعہ وہ گایوں کی حفاظت کر سکیں گے۔" ؎۱

(۲) "گائے کی حفاظت کا مسئلہ سوراج کے مسئلہ سے کم نہیں اور ہم سوراج حاصل نہیں کر سکتے جب تک کہ گائے کی محافظت نہ کر سکیں۔" ؎۲

(۳) "جب تک ہندوستان میں ایک گائے بھی ذبح ہوتی رہے گی اس وقت تک اس ملک کو حقیقی معنوں میں آزاد متصور نہیں کیا جائے گا۔" ؎۳

مسٹر گاندھی اگرچہ پوری عمر "عدم تشدد" کا پرچار کرتے رہے، یہاں تک کہ جنگِ عظیم دوم کے دوران انہوں نے اُس وقت کے وائسرائے ہند کے پاس جا کر اُسے مشورہ دیا تھا کہ برطانوی عوام کو ہتھیار ڈال کر ہٹلر کا مقابلہ روحانی قوت کے ساتھ کرنا چاہیے ؎۴ لیکن گائے کا مسئلہ ان کی نظر میں اس قدر حساس نوعیت کا تھا کہ وہ اس سلسلہ میں مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کی خاطر طاقت استعمال کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے:۔

(۱) دسمبر ۱۹۱۹ء میں ہیومینٹی ٹیرین کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے (مسٹر گاندھی نے) اہل ہنود کی روحانی اصلاح کے لیے ایک طویل قرار داد پیش کی جس کے ذریعہ سے ہنتوں، رشیوں، مہاراجگان اور والیانِ ملک کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اپنے مذہبی اثر سے یا حکماً (تشدد کے ذریعے) رسمِ قربانی کے انسداد میں امداد کی تھی اور آئندہ کے لیے اس قسم کی کوششوں کے جاری رکھنے کی استدعا کی۔ ؎۵

؎۱ محمد امین زبیری: سیاستِ ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۱ء ص ۱۴۷۔

؎۲ ایضاً ص ۱۵۸ ؎۳ اسرار الرحمٰن بخاری: اسلام اور مذاہب عالم، نیو بک پیلس لاہور، ص ۲ ؎۴ ابوالکلام آزاد، انڈیا ونز فریڈم (انگلش)، اورینٹ لانگ مین لمیٹڈ مدراس، ۱۹۸۸ء ص ۳۵ ؎۵ رئیس احمد جعفری: اوراقِ گم گشتہ، محمد علی اکیڈمی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۷۱۔

(٢) مسٹر گاندھی نے کہا: "کسی نہ کسی طرح بذریعہ قانون گئوکشی بند کی جائے گی۔[١]"

(٣) ایک اور موقع پر کہا: "گائے کی حفاظت دُنیا کے لیے ہندو ازم کا تحفہ ہے اور ہندو ازم اس وقت تک زندہ رہے گا، جب تک گائے کی حفاظت کرنے والے ہندو موجود رہیں گے اور اس کی حفاظت کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس کے لیے جان قربان کر دی جائے۔"[٢]

(٤) مسٹر گاندھی کے نزدیک "گئو پوجا ہندو کی فطرت میں داخل ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے ہندو باوجود اپنی نرم روی کے عیسائیوں اور مسلمانوں کو گئو ہتھیا سے باز رکھنے کے لیے طاقت استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔[٣]"

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے مخالف نیشنلسٹ مسلمان لیڈروں اور مولویوں کے "نیتا" تو اس حد تک جانے کو بھی تیار تھے کہ گائے کو بچانے کی خاطر مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے: "اگر مجھے یہ اختیار دیا جائے کہ میں گائے کو قربان کر کے مسلمانوں کو بچا لوں یا مسلمانوں کو قربان کر کے گائے کو بچا لوں تو میں دوسری بات کو ترجیح دوں گا۔"[٤]

---

[١] ماہنامہ طلوعِ اسلام (دہلی) محرم الحرام ١٣٥٨ھ/مارچ ١٩٣٩ء ص ٨٦۔

[٢] (ا) شکیل احمد ضیاء: ابوالکلام آزاد کے انکشافات، شبلی پبلی کیشنز کراچی ١٩٨٨ء ص ١٨۔

(ب) J.F.C. Fuller : India In Revolt, Eyre and Spotiswoode Publications Limited London Page - 160.

[٣] جی الانا: قائد اعظم جناح، ایک قوم کی سرگزشت (مترجم رئیس امروہوی) فیروز سنز لاہور ١٣٢

[٤] ماہنامہ اردو ڈائجسٹ (لاہور) مارچ ١٩٧٨ء ص ١٧٥۔

میثاق لکھنو کے بعد اُمید تھی کہ ہندو مسلم نزاعات و فسادات کا خاتمہ ہو جائے گا اور تعلیم یافتہ جماعت عوام کو امن و آشتی کی جانب مائل کرنے کی سعی کرے گی لیکن ہنوز میثاق کی روشنائی بھی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ ذبیحہ گاؤ پر آرہ و بہار اور کٹار پور میں سخت خونریز فسادات ہوئے، ہندو سیاستین میں سے کچھ تو خاموش رہے اور کچھ نے بے جا حمایت و طرفداری کی، تاہم مسلم زعمائے سیاست اس آگ کو بجھانے ہی کی کوشش کرتے رہے۔[1]

بد قسمتی سے تحریکِ خلافت اور تحریک ترک موالات کے دوران بعض مسلمان لیڈروں اور علماء کہلانے والے حضرات نے مدعی سُست اور گواہ چست جیسا طرزِ عمل اختیار کیا اور "ہندو مسلم اتحاد کے متعلق جو تجاویز و تقاریر ہوئیں۔ ان کا یہ اثر مرتب ہوا کہ ہزاروں مسلمانوں نے قربانی گاؤ سے احتراز کیا، مسلمانوں نے مسلمانوں سے گائیں چھین کر ہندوؤں کو دے دیں۔ قصابوں کو ذبیحہ گاؤ سے روکا گیا۔ رضاکاروں نے چھری کے نیچے سے قربانی کی گایوں کو چھڑایا اور اگر ذبح ہو چکی تو اس کو بیکار کر دیا"[2] اس کا اعتراف مشہور ہندو کانگریسی لیڈر راجندر پرشاد نے اپنی کتاب "INDIA DIVIDED" میں صفحہ ۱۲۲ پر کیا ہے۔

مشہور و معروف صحافی اور روزنامہ "زمیندار" لاہور کے ایڈیٹر ظفر علی خاں نے فرمایا:۔

"ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ گائے کی قربانی فرض نہیں اور جب قربانی کے لیے دوسرے جانور مل سکیں تو گائے کی قربانی پر اصرار کر کے اپنے ۲۲ کروڑ ہمسایہ بھائیوں کا دل دُکھانا کہاں کی دانشمندی ہے"۔[3]

---

[1] محمد امین زبیری: سیاستِ ملیہ، آتش فشاں پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۱۲۷۔

[2] ایضاً، ص ۱۳۶۔

[3] رشید محمود، راجا: تحریک ہجرت (۱۹۲۰ء)، مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۳۲۔

ابوالکلام آزاد نے ذبیحہ گاؤ کے مسئلہ کا حل پیش کرتے ہوئے کہا:۔
"اس تمام قضیہ کا حل صرف اس بات میں ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق پر زور دینے کی بجائے اپنے فرائض کی تکمیل کے لیے تیار رہے۔" [1]

مولوی عبید اللہ سندھی، جنہیں ان کے معتقدین "امامِ انقلاب" سے کم درجہ دینے کو تیار نہیں، کو مشرکینِ ہند کی دلجوئی کس قدر عزیز تھی، اس کی تفصیل کا موقع نہیں، البتہ ذبیحہ گاؤ کے متعلق ان کے درج ذیل ارشادات میں ایک جھلک دیکھی جا سکتی ہے:۔

(۱) "میں نے حضرت شیخ الہند سے ایک موقع پر عرض کیا تھا اور یہ ۱۹۱۵ء سے پہلے کی بات ہے کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے مذہبی جذبات کے خیال سے از خود ان کے مقدس مذہبی شہروں، جیسے متھرا اور بنارس میں گاؤ کشی بند کر دینی چاہیے۔ میں نے کہا تھا کہ اس کا بڑا اچھا اثر پڑے گا۔ اور انگریز کے خلاف ہماری جدوجہد آزادی کو اس ہندو مسلم دلی قربت و اجتماعی میل ملاپ سے بڑا فائدہ پہنچے گا۔" [2]

(۲) "میں نے امیر امان اللہ خاں سے کہا کہ افغانستان میں اعلان کر دو کہ گاؤ کشی افغانستان میں منع ہے، اس پر امیر امان اللہ خاں نے بذریعہ اعلانِ عام ملک میں احکام جاری کر دیئے کہ افغانستان میں گاؤ کشی منع ہے، اس کے بعد گاندھی جی نے ایک تقریر میں کہا کہ مسلمانوں میں اگر امیر امان اللہ خان جیسا قانونی بادشاہ ہو جائے تو ہماری گائیں بچ جائیں گی۔" [3]

---

[1] عبدالرشید ارشد: بیس بڑے مسلمان، مکتبہ رشیدیہ لاہور ۱۹۸۶ء ص ۳۵۔

[2] محمد سرور، پروفیسر: افادات و ملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی، سندھ ساگر اکادمی لاہور ۱۹۸۷ء ص ۳۴۲ [3] عبداللہ لغاری: مولانا عبید اللہ سندھی کی سرگزشت کابل، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد، ۱۹۸۰ء ص ۱۹۹

۸ر جولائی ۱۹۲۱ء کو کراچی میں منعقدہ آل انڈیا خلافت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولوی محمد صادق نے اپنے صدارتی خطبہ میں کہا:-

"ہندو بھائی گائے کی مذہبی حیثیت سے عزت کرتے ہیں، اس لیے قدرتاً ان کو گاؤکشی سے تکلیف ہوتی ہے اور وہ دل سے چاہتے ہیں کہ مسلمان اس کو ترک کر دیں ...... ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کی شریعت نے ہمیں اس کے کھانے پر مجبور نہیں کیا ہے اور یہ نہیں بتلایا کہ گاؤ نہ کھانے سے ہم مسلمان نہیں رہیں گے اور جب ایسا ہے کہ گائے (کا گوشت) کھانا ہمارے لیے جائز اور ہماری مرضی پر منحصر ہے تو پھر اگر گائے کے گوشت کے بجائے دوسرا گوشت استعمال کریں تو ہمارے لیے کوئی مذہبی ممانعت نہیں ......

اس سلسلہ میں بعض سربرآوردہ مسلمان بزرگوں نے اچھی کوششیں شروع کی ہیں اور ان کے مساعی کے نتائج بھی اچھے نکلے ہیں اور محسوس ہو رہا ہے کہ مسلمان بھی ہندوؤں کی محبت اور ہمدردی سے متاثر ہو کر اتحاد اور یگانگت کا قدم بڑھا رہے ہیں اور اس اتحاد و اتفاق کے اثرات اس قدر دور دور تک پہنچے ہیں کہ امیر اسلام حضرت غازی امان اللہ خان خلد اللہ ملکہ نے بھی اپنے ملک (افغانستان) کے علماء کے مشورہ سے گائے کا کاٹنا بند کر دیا ہے اور یقیناً یہ بات ہماری ملی تحریکات کی کامیابی کو قریب تر کر دے گی۔"[1]

جمعیۃ العلماء ہند نے ۱۹۲۱ء میں اپنے ایک اجلاس میں ایک یہ قرارداد منظور کی کہ:[2] ———

"ہندوستان کے مسلمان گائے کے بجائے بھیڑ بکری کی قربانی کیا کریں۔"

اس قرارداد پر جماعت اسلامی کے آرگن ہفت روزہ "آئین" نے یہ تبصرہ

---

[1] مجلہ برگ گل (کراچی) ۱۴۰۱ھ جوہر نمبر ص ۳۸۷-۳۸۸۔

[2] انوار الحسن: تجلیات عثمانی بحوالہ مکتوبات امام احمد رضا بریلوی مع تنقیدات و تعاقبات از پروفیسر محمد مسعود احمد مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۸۸ء ص ۱۲۲:

کیا ہے :۔۔۔۔

"ایسی قرارداد پاس کرتے ہوئے اتنا نہیں سوچا جاتا تھا کہ اگر ہندوؤں کو خوش کرنے کی یہ راہ اختیار کر لی گئی تو کیا وہ صرف اتنی بات پر خوش ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اس راہ پر چلنے کے بعد مسلمانوں کو ہندوؤں کی دلجوئی کے لیے بہت سے ایسے کام کرنے پڑے جو بجائے خود خطرناک تھے ۔۔۔۔" [1]

جمعیت علماء (ہند) کے اجلاس مراد آباد کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر مولوی عبد السلام صاحب نے اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا :۔

"میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ مساجد کے سامنے ہندوؤں کا باجہ بجانا مسلمانوں کے مذہبی حقوق میں کس طرح دخل اندازی کا موجب ہو سکتا ہے نیز یہ بھی کہ اگر مسلمان ہندوؤں کے مذہبی جذبات کی خاطر گائے کی قربانی بند کر دیں تو ان کا یہ طرزِ عمل اسلام کو کیا نقصان پہنچائے گا۔" [2]

آخر میں مولانا عبد الباری فرنگی محلی کا فتویٰ پیش کیا جاتا ہے :۔

"مسلمانوں کا مقدس فرض ہے کہ وہ قربانی گاؤ سے احتراز کریں، نہ صرف اس وجہ سے کہ کروڑوں ہندو بھائیوں کے جذبات کا احترام ضروری ہے بلکہ اس وجہ سے کہ قرآن مجید کا واجب العمل فرمان یہی ہے۔" [3]

---

[1] ہفت روزہ آئین (لاہور) ۱۲ نومبر ۱۹۷۰ء اشاعتِ خاص ص ۶۔

[2] ماہنامہ طلوع اسلام (دہلی) جولائی ۱۹۳۹ء ص ۲۱۔

[3] ایچ بی خان : برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد، ۱۹۸۵ء ص ۱۳۵ (مسلمانوں کے اس نرم رویہ کے پیش نظر مہاشہ کرشن اڈیٹر پرکاش لاہور نے مولانا عبد الباری کے نام ایک خط لکھا جس میں گئو رکھشا کی حمایت میں ایک مضمون لکھ کر بھیجنے کی فرمائش کی۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

نوٹ:۔ واضح رہے کہ بعد میں مولانا موصوف نے ہندو مسلم اتحاد سے متعلق تمام غیر شرعی امور سے لاتعلقی ظاہر کرکے اپنا توبہ نامہ شائع کرا دیا تھا، اس لیے اسے تاریخی واقعہ کے طور پر پڑھا جائے (مرتب غفرلہٗ)

اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ جہاں تک ذبیحہ گاؤ کا تعلق ہے، تحریک خلافت و ترک موالات کے جذباتی دور سے فائدہ اٹھا کر مسٹر موہن داس کرم چند گاندھی اور اس کے رفقائے کار نے مسلمانوں کے معروف لیڈروں کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ اس شعائر اسلام کو مٹا ڈالنے کے لیے ان کے ہمنوا بن جائیں۔ اس سلسلہ میں سیاسی لیڈروں کی خاموشی بھی اگرچہ قابلِ گرفت تھی لیکن بعض مذہبی راہنماؤں کا سحر کانگریس میں مبتلا ہو جانا یقیناً بے حد افسوس ناک امر تھا۔

یہ اس دور کی داستان ہے جب ہندوستانی مسلمان ہوش کے بجائے جوش سے کام لے رہے تھے، انہیں ہر وہ شخص انگریز کا ایجنٹ معلوم ہوتا تھا جو غیر شرعی افعال پر ٹوکتا اور ہندوؤں کے مذموم عزائم سے آگاہ کرتا، اس طرح گویا شرعی مسائل پر سمجھوتہ نہ کرنے والوں کی بھلائی اسی میں تھی کہ وہ خاموشی اختیار کر لیتے بصورت دیگر اپنی عزت، شہرت، وقار اور ہر دلعزیزی سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ، ان کے خلفاء اور ہم مسلک حضرات نے کتمانِ حق کے بجائے نعرۂ حق بلند کیا، غیر جانبداری سے تمام حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دِقت پیش نہیں آتی کہ ان حضرات کی یہ خدمات دو قومی نظریہ کو پروان چڑھانے میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

تحریکِ خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریکِ پاکستان میں امام احمد رضا فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے معتقدین نے جو رویہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) دیکھئے ماہنامہ نقوش (لاہور) خطوط نمبر جلد دوم ص ۴۹-۵۰:

اختیار کیا اور مسلمانوں کی بر وقت صحیح راہنمائی کی، اس موضوع پر ایک علیحدہ مقالہ زیرِ ترتیب ہے، سرِدست انسدادِ گاؤکشی کی تحریک کو ناکام بنانے کے سلسلہ میں ان حضرات نے مذکورہ دور میں اور اس سے قبل جو شاندار خدمات سر انجام دیں، ان کی چند جھلکیاں ہدیۂ قارئین ہیں۔

امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے ایک معتقد پروفیسر سیّد محمد سلیمان اشرف مرحوم نے، ہندوؤں کی اس جدوجہد پر کہ مسلمان ان کی دل آزاری کا خیال رکھتے ہوئے ذبیحہ گاؤ ترک کر دیں، گرفت کی اور دلائل سے ثابت کیا کہ یہ صرف اُن کی ہٹ دھرمی ہے۔

اپنے رسالہ "الرشاد" میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

"کیا ستم ہے، گائے کے سوا دیگر حیوانوں کا ذبح کرنا اکثر ہنود جائز رکھتے ہیں۔ اس کا گلا کاٹتے ہیں اور اس کا گوشت کھاتے ہیں، اس وقت اس طبقۂ ہنود کا کیوں لحاظ نہیں کرتے جو قطعاً کسی جاندار کو قتل کرنا گناہِ عظیم جانتے ہیں، شاید اس کا پھر وہی جواب ہو گا گائے دیوتا ہے، متبرک ہے، اس کا جواب ابتداء میں گذارش کر چکا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ انصاف کا یہی فیصلہ ہے کہ اپنے معتقدات کی رعایت خود صاحبِ عقیدہ کو چاہیے، دوسرے مذاہب سے اپنے معتقدات و خواہشات کا مطالبہ اُسی حد تک کیجئے جہاں تک دوسرے اہلِ مذہب کے دین اور معاشرت میں خلل اور تکلیف نہ واقع ہو، اس سے زیادہ طلب کرنا ہٹ دھرمی اور زبردستی ہے۔" [1]

پروفیسر صاحب نے مسلمانوں سے اپیل کی تھی کہ: "ہندوستان میں گائے کی قربانی کا آج تک باقی رہنا بیش بہا قربانیوں کا نتیجہ ہے، اُن گراں بہا

---

[1] محمد سلیمان اشرف، پروفیسر: الرشاد، مکتبہ رضویہ لاہور ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء ص ۶۹-۷۰

قربانیوں کے حقوق اگر ادا نہ کیجئے تو کم از کم اُسے ملیا میٹ بھی نہ کیجئے[1]۔"

ہندوؤں کی بربریت اور ظلم وستم کا تذکرہ کرتے ہوئے پروفیسر صاحب رقمطراز ہیں :۔

"انصاف کیجئے، عید مسلمانوں کی ایسی مسرت کا دن ہے کہ ساری خوشیاں اسی سے تشبیہہ دی جاتی ہیں ...... عین اس موقع پر ملکی بھائیوں کی طرف سے حق وطن وحق ہمسائیگی اس صورت میں ادا کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی لاشیں خاک وخون میں تڑپتی ہوتی ہیں، عورتوں کی عصمت خطرہ میں ہوتی ہے۔ بچے یتیم بنائے جاتے ہیں، بیبیاں بیوہ کی جاتی ہیں، مساجد کی بے حرمتی کی جاتی ہے، گاؤں لوٹے جاتے ہیں، مکان جلائے جلاتے ہیں۔ عشرت کا روز ماتم کا دن بنا دیا جاتا ہے اور پھر ماتم بھی کیسا؟ مال کا، جان کا، عزت وآبرو کا، دین وایمان کا۔ ان سب مظالم کی اگر علت دیکھئے تو وہی فرضی یا وہمی دل آزاری یعنی مسلمانوں نے اپنی ملکیت میں تصرف کیوں کیا، ایک عبادت کیوں بجالائے، خدا کے نام پر گائے کیوں قربان کی گئی؟[2]"

مشہور ہند و لیڈر سوامی دیانند کا بیان ہے کہ "وید کی رُو سے ذبیح گاؤ کے جرم میں ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو ذبح کر کے گائے کو خوش کرنا چاہیے[3]۔"

---

[1] محمد سلیمان اشرف، پروفیسر، الرشاد، مکتبہ رضویہ لاہور، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء ص ۶۵
[2] حضرت صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندو ذہنیت کی بہترین عکاسی کی ہے: "ان (ہندوؤں) کے نزدیک جانوروں کی حیات حفاظت واعانت کی مستحق ہے مگر مسلمانوں کی زندگی بیدردی سے فنا

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

درحقیقت ہندوؤں کو جب بھی موقع ملا، انہوں نے اپنے اس اعتقاد کو عملی جامہ پہنانے سے گریز نہیں کیا۔ حضرت امیرِ ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم منشی تاج الدین احمد تاج مرحوم نے اسی قسم کا ایک واقعہ ان الفاظ میں نقل کر کے مسلمانوں کو ہندوؤں کی متحدہ قومیت کے فلسفے سے بچنے کی تلقین کی تھی:۔

"علاقہ بہار میں ہندوؤں نے محض قربانی گاؤ کو روکنے یعنی مسلمانوں کے ایک مذہبی اور دینی شعار کو قطعاً بند کرنے کے لیے ہزارہا کی تعداد میں اور لشکروں کی صورت میں مجتمع ہو کر اور ہر طرح کے اسلحہ جات سے مسلح ہو کر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر ہزارہا مسلمانوں کو زخمی اور قتل کیا، ایک نہیں دو نہیں، مسلمانوں کے ایک سو چالیس گاؤں اور دو ہزار مکانات کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ڈالنے کے قابل، اسی پر وہ عمل کر رہے ہیں۔ (مجموعہ افاضات صدر الافاضل ص ۱۲۱)

۲؎ آج بھی کہیں قتلِ مسلم کی مشق کو جی چاہا، ایک ہندو نے افواہ اُڑا دی، فلاں گھر کے مسلمانوں نے راتوں رات گئو ماتا ذبح کر کے کھا ڈالی ہے۔ بس پھر کیا ہے ہندو بھور ما مسلمانوں پر پل پڑتے ہیں۔ اس کے بعد عزت و شرافت اور انسانیت کے تمام تقاضے بالائے طاق رکھ دیئے جاتے ہیں (اداریہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور۔ ۱۷ مارچ ۱۹۶۱ء ص ۳)

انہی خیالات کا اظہار پنڈت جواہر لال نہرو نے تقسیم ہند کے بعد اپنے ایک انٹرویو میں کیا تھا۔ دیکھئے:۔

R K. Karanjai : The Mind of Mr. Nehru. George Allen and Unwin Ltd London 1961 Page - 65.

۳؎ محمد سلیمان اشرف، پروفیسر: الرشاد، مکتبہ رضویہ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مکانات اس بیدردی کے ساتھ لوٹے کہ جن کی تفصیل سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مسلمانوں کے مکانات کا لوٹا ہوا مال ظالم ہندو ہاتھیوں پر لاد کر لے گئے۔ مسلمانوں کی لاکھوں روپے کی جائیداد آپ (نیشنلسٹ مسلمانوں) کے ہندو دوست کئی دن تک لوٹتے رہے۔ مسلمانوں کے لاتعداد مکانات کو آگ لگا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اگر کسی غریب مسلمان نے ڈر کے مارے اپنے برتن کسی کنوئیں میں پھینک دیئے تو آپ کے ہندو دوستوں نے پتہ لگا کر وہاں سے بھی نکال لیے۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی کئی زندہ گائیں جلا دیں۔ آپ کے ہندو دوستوں نے لاتعداد مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کی عصمت دری کی۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی پانچ عالیشان مسجدیں شہید کر دیں اور باقی تمام علاقے میں کوئی ایسی مسجد نہ چھوڑی کہ جس کی بے حرمتی نہ کی گئی اور اس کو جگہ جگہ سے منہدم نہ کیا گیا ہو[1]۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کے قرآن مجید پھاڑ کر ایسے پرزے اڑائے کہ مسلمانوں کے پاس پڑھنے کے لیے قرآن شریف کا ایک نسخہ بھی نہ رہا جس پر ان مظلوموں نے غیر علاقے کے مسلمانوں سے درخواست کی کہ ہمیں پڑھنے کے لیے قرآن مجید بھیجے جائیں۔ آپ کے ہندو دوستوں نے پندرہ ہزار مسلمانوں کو خانماں برباد کر دیا جن کے پاس سر چھپانے کی جگہ نہ رہی۔"[2]

سیدی علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے تلمیذ اور مشہور ادیب مولانا حافظ مظہر الدین مرحوم نے سوال کیا کہ ہندو

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) لاہور ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء ص ۶۵ [۴] اسرار الرحمٰن بخاری اسلام اور مذاہب عالم، نیو بک پیلس لاہور ص ۷۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] حالیہ بابری مسجد کی شہادت کا المناک واقعہ بھی اسی ذہنیت کا تازہ ثبوت ہے (مرتب غفرلہ) [۲] تاج الدین احمد تاج، منشی، (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مسلم اتحاد کے زمانے میں آپ نے ذبیحہ گائے پر اتنا زور کیوں دیا تھا؟ گائے کا گوشت کھانا کوئی ضروری تو نہیں، ارشاد فرمایا کہ "مستحب جب نہ صرف مٹایا جارہا ہو بلکہ اسے حرام قرار دیا جارہا ہو تو اس کا تحفظ ضروری ہو جاتا ہے۔ ایسے عالم میں مستحب مستحب نہیں رہتا بلکہ واجب ہو جاتا ہے"۔ [1]

مولانا عبدالقدیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ، مسٹر گاندھی کے نام ایک کھلے خط میں رقمطراز ہیں:۔

"ہمارے مذہب کی رو سے شعائر اللہ کو دنیاوی وجاہت یا نفع کے عوض میں بیچ کر دینا ہرگز جائز نہیں قرآن پاک میں اس کی جابجا تہدید آئی ہے اور ایسا کرنے والوں کے لیے نہایت سخت وعیدیں مذکور ہیں۔ ایسی حالت میں یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ گائے کی قربانی ہے جو شعائر ہے، والبدن جعلنھا من شعائر اللہ، ہمارا مذہبی حق ہونے کے علاوہ شعائر دین سے ہے۔ ہم اس بنا پر دست بردار نہیں ہو سکتے کہ اس کے عوض میں ہنود ہم سے خوش ہو کر ہمارے بہت سے سیاسی مطالبات کو تسلیم کر لیں گے یا کسی خاص مسئلہ میں ہمارا ساتھ دیں گے"۔ [2]

مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہندو ذہنیت کا تجزیہ اپنے فتویٰ میں ان الفاظ میں کیا:۔

"اور یہ خیال کہ محض ہنود کی خوشی حاصل کرنے کے لیے اس (گائے) کی قربانی کا ترک مقصود ہے اور کسی کی خوشی حاصل کرنا تو کوئی جرم نہیں،

(بقیہ صفحہ سابقہ) ہندوؤں سے ترک موالات، مکتبہ رضویہ لاہور ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء ص ۶ (حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] ماہنامہ رضوان (لاہور) مئی ۱۹۸۹ء ص ۱۰۔ [2] رئیس احمد جعفری: اوراق گم گشتہ، محمد علی اکیڈمی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۵۳

تو اوّل تو حق تعالیٰ کی ناراضگی کے مقابلے میں کسی کی رضا کی طلب خود ہی حرام ہے، دوسرے وہ محض اتنی بات سے کہ آپ ذبیحہ گاؤ کو ترک کر دیں، پوری طرح خوش بھی نہیں ہو سکتے کہ حقیقت میں ان کو صرف گائے کی قربانی کا ترک مطلوب نہیں بلکہ ایک بہت بڑی مہتم بالشان قربانی مطلوب ہے یعنی "ایمان" کی قربانی۔ بقولہ تعالیٰ، ودّوا لو تکفرون۔ یعنی ان کی خوشی تو اس میں ہے کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔" [1]

ذبیحہ گائے کے مخالف اور متحدہ قومیت کے حامی مولویوں اور لیڈروں کا تعاقب کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی مرحوم نے ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد) جمادی الاوّل ۱۳۳۸ھ میں تحریر فرمایا:-

"یہ سخت خطرہ کا وقت ہے، کہلاتے ہیں لیڈران اسلام اور کام کرتے ہیں کفار کے، کبھی ہندوؤں کا آلہ کار بنتے ہیں تو قربانی گاؤ کے مخالف کوششیں جاری ہیں۔ چیخ چیخ کر تقریریں کی جا رہی ہیں، کتابیں لکھی جاتی ہیں، اخباروں کے کالم کے کالم سیاہ کیے جاتے ہیں، مسلمانوں کو قربانی سے روکنے کے لیے مسلم نما جماعتیں میدان میں اتر آتی ہیں، کبھی مسجدوں کے سامنے باجہ بجانے کی ضد پر ہندوؤں کی موافقت کی جاتی ہے۔ کبھی مظلوم مسلمانوں کو ان کے مطالبات سے دستبردار ہونے پر زور دیا جاتا ہے۔ کبھی فرزندانِ اسلام کی پیشانیوں پر ٹیکے لگوائے جاتے ہیں۔ جے پروائی جاتی ہے، ارتھیاں اٹھوائی جاتی ہیں، کبھی بتوں کے جلوسوں میں شرکت کی جاتی ہے، نعرے لگائے جاتے ہیں، کہیں بتوں کے درشن کے لیے مسلمانوں سے رسمیں ادا کرائی جاتی ہیں۔"

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: تذکرہ مظہر مسعود، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۶۹ء ص ۵۲۰

کہیں مرے ہوئے ہندوؤں کو مرحوم اور شہید لکھا جاتا ہے[1]، ان کو جنتی کہا جاتا ہے، کفار کے مقبول بارگاہ ہونے کا یقین دلایا جاتا ہے۔ رام اور کرشن کو نبی اور پیغمبر بنایا جاتا ہے۔ یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو اسلام کے فقط دعویدار ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی رہنمائی کے مدعی اور ان کے لیڈر بنتے ہیں۔ بہت سے لوگ عمامے اور جبے پہن کر علماء کی وضع بنا کر یہ کام انجام دیتے ہیں۔"[2]

"علماء کرام" کی بات آگئی تو یہاں خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں یہ حضرات کانگریس کی حمایت کرتے تھے۔ بعض لوگ ان کے خلوص میں شک کی سختی سے تردید کرتے ہیں اور بعض بہت آگے چلے جاتے ہیں، قطع نظر ان باتوں کے ہم ان کے متعلق قائد اعظم محمد علی جناح کی اس تقریر کا ایک اقتباس نقل کرتے ہیں جو روزنامہ انقلاب ۵ر جنوری ۱۹۳۸ء شائع ہوا تھا۔

"اس کا سیاسی کیریکٹر یہ ہے کہ آج سے چند روز پہلے یہ لوگ مسلم لیگ کی حمایت میں میری ہدایت کے مطابق کام کر رہے تھے، مجھے اپنے جلسوں میں لے جاتے تھے، میرے لکھے ہوئے ریزولیوشن پاس کرتے تھے، ان میں سے بعض لوگوں کے خطوط میرے پاس موجود ہیں، ان لوگوں نے مجھ سے روپیہ طلب کیا لیکن میں نے کہا کہ ابھی مسلم لیگ کے پاس کوئی مستقل سرمایہ

---

[1] یہ شغل بعد میں بھی جاری رہا۔ ابوالکلام آزاد کے سیکرٹری ہمایوں کبیر نے گاندھی کے مرنے کے بعد اسے انسانیت کو متحد کرنے والا شہید لکھا دیکھیے:۔

C.H. Philips : The Partition of India, George Allen and Unwin Ltd. Lond, 1970. Page -405.

[2] محمد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا۔ مجموعہ افاضات صدر الافاضل مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۷۱۔

نہیں ہے۔ آپ ذرا ایثار و قربانی سے کام لیجئے وقت آئے گا کہ آپ کے مصارف ادا کر دیئے جائیں گے۔ ان میں سے بعض میرے پاس بمبئی بھی آئے تھے لیکن روپے کی طرف سے مایوس ہو کر یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ اب ہم کانگریس کی حمایت میں کام کریں گے"۔ [1]

آئیے اب دیکھتے ہیں مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر کیا تھا، سب سے پہلے ہم دو استفتاء مع ضروری اقتباسات جوابات نقل کرتے ہیں جو امام احمد رضا فاضل بریلوی کے پاس آئے تھے، ان میں سے ایک استفتاء کے الفاظ سے مترشح ہوتا ہے کہ مرتب نے الفاظ کے ہیر پھیر سے اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن چونکہ فاضل بریلوی قدس سرہٗ ایک محتاط مفتی تھے اور کافی غور و فکر کرنے کے بعد جب مکمل اطمینان حاصل ہو جاتا تو کسی مصلحت کی پرواہ کئے بغیر شریعت کے عین مطابق فتویٰ دیتے۔ اسی محتاط روّیہ کی وجہ سے وہ دوسرے مفتیوں کی طرح دھوکہ میں نہ آسکے۔

استفتاء نمبر ۱ از دفتر مسلم لیگ بریلی شاخ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ آج کل ہنود کی طرف سے نہایت سخت کوشش اس امر کی ہو رہی ہے کہ ہندوستان سے گاؤ کشی کی رسم موقوف کرا دی جائے اور اس غرض سے انہوں نے ایک بہت بڑی عرضداشت گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لیے تیار کی ہے جس پر کروڑوں باشندگانِ ہندوستان کے دستخط کرائے جا رہے ہیں۔ بعض ناعاقبت اندیش مسلمان بھی اس عرضداشت پر ہندوؤں کے کہنے سننے سے دستخط کر رہے ہیں، ایسے مسلمانوں کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے،

---

[1] احمد سعید، قائداعظم مسلم پریس کی نظر میں، قائداعظم اکادمی کراچی ۱۹۸۱ء ص ۱۹۹

اور اس مذہبی رسم کے جو شعائر اسلام میں سے ہے، بند کرانے میں مدد دینے والے گنہگار اور عنداللہ مواخذہ دار ہیں یا نہیں؟

الجواب:- "فی الواقع گاؤکشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں متعدد جگہ موجود ہے۔ اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی مضرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ [1]

استفتاء نمبر ۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مذہب حنفیہ اس مسئلہ میں کہ گاؤکشی کوئی ایسا امر ہے جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا اگر کوئی شخص معتقدِ اباحتِ ذبح ہو مگر کوئی گائے اس نے ذبح نہ کی ہو یا گائے کا گوشت نہ کھایا ہو، ہر چند کہ اکل اس کا جائز جانتا ہے تو اس کے اسلام میں کوئی فرق نہ آئے گا اور وہ مسلمان کامل رہے گا۔

گاؤکشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گنہگار ہوتا ہے یا اگر کوئی شخص گاؤکشی نہ کرے، صرف اباحتِ ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہگار نہ ہوگا، جہاں بلاوجہ اِس فعل کے ارتکاب سے توران فتنہ و فساد اور مفضی بہ ضرر اہلِ اسلام ہو اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو اور عملداری اہلِ اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بدیں وجہ اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہے یا یہ کہ بلا سبب ایسی حالت میں بقصدِ اثارت فتنہ و فساد اِرتکاب اس کا واجب ہے اور قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا گائے کی۔

بیّنوا توجروا۔ از مراد آباد شوال ۱۲۹۸ھ [2]

---

[1] احمد رضا خان، امام: نفس الفکر فی قربان البقر، مطبع اہل سنت وجماعت بریلی ص ۱۹

[2] محمد عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری، مولانا: رسائل رضویہ جلد دوم مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۱۵

امام احمد رضا نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی مومنانہ فراست و بصیرت سے جس طرح جواب دیا، اس سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں :۔

(۱) "گاؤکشی اگرچہ بالتخصیص اپنے نفسِ ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقادِ اباحت بنظرِ نفسِ ذاتِ فعل گنہگار نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شئے کا کھانا بالتعیین فرض مگر ان وجوہ سے صرف اسی قدر ثابت ہوا کہ گاؤکشی جاری رکھنا واجب بعینہٖ اور اُس کا ترک حرام بعینہٖ نہیں، یعنی ان کے نفسِ ذات میں کوئی امر ان کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں لیکن ہمارے احکام مذہبی صرف اسی قسم کے واجبات و محرمات میں منحصر نہیں بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری و حتمی ہے، یوں ہی واجبات و محرمات لغیرہا ہیں جن کا بھی امتثال و اجتناب اشد ضروری ہے جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مفر نہیں اور اُن سے بالجبر باز رکھنے میں بے تمسک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔ ہم ہر مذہب و ملت کے عقلا سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں بہ زورِ مخالفین گاؤکشی قطعاً بند کر دی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے تو کیا اس میں :۔

- ذلتِ اسلام متصور نہ ہوگی .
- کیا اس میں خواری و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی .
- کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب و اہل مذہب کے ساتھ شماتت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا .
- کیا بلاوجہ وجیہہ اپنے لیے ایسی دناءت و ذلت اختیار کرنا اور

دوسروں کو دینی مغلوبی سے اپنے اوپر ہنسوانا ہماری شرع مطہر جائز فرمانی ہے ـــــ؟

حاشا وکلا، حاشا وکلا، ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ہماری شرع ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں اور دوسری طرف کی توہین و تذلیل روا رکھیں، سائل لفظ ترک لکھا ہے یہ صرف مغالطہ اور دھوکہ ہے۔ اُس نے ترک اور کف میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صدہا منافع ہیں، یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پوری کرنا اور مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسباب معیشت میں کمی یا تنگی کر دینا۔[1]

(۲) باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ "اس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ وفساد ہو" ہم کہتے ہیں جن مواضع میں مثل بازار و شارع عام وغیرہا گاؤکشی کی قانونی ممانعت ہے، وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا البتہ اثارتِ فتنہ وفساد اُس کی طرف منسوب ہو سکتی ہے اور وہ قانوناً مجرم قرار پائے گا اور اس امر کو ہماری شرع مطہر بھی روا نہیں رکھتی ..... اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں وہاں اگر ثورانِ فتنہ وفساد ہوگا تو لاجرم ہنود کی جانب سے ہوگا، اور جرم انہی کا ہے کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت ہے وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے ...... اور اگر ایسا ہی خیال ہنود کے فتنہ وفساد کا شرع ہم پر واجب کرلے گی تو ہر جگہ کے ہنود کو قطعاً

---

[1] محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، مولانا: رسائل رضویہ جلد دوم، مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۷۶ء صہ ۲۱۸ - ۲۱۹؛

اس رسم کے اُٹھا دینے کی سہل تدبیر ہاتھ آئے گی، جہاں چاہیں گے فتنہ و فساد برپا کریں گے اور بزعم جہّال شرع ہم پر ترک واجب کر دینے گی اور اس کے سوا ہماری جس رسم مذہبی کو چاہیں گے اپنے فتنہ و فساد کی بنا پر بند کرا دیں گے...... بالجملہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار و شارع عام میں جہاں قانوناً ممانعت ہے، براہِ جہالت ذبح گاؤ کا مرتکب ہونا بے شک مسلمانوں کو توہین و ذلت کے لیے پیش کرنا ہے کہ شرعاً حرام اور اس کے سوا جہاں ممانعت نہیں وہاں سے بھی باز رہنا اور ہنود کی بے جا ہٹ بجا رکھنے کے لیے یک قلم اس رسم کو اُٹھا دینا ہرگز جائز نہیں ۔" ؎۱

بعض قوم پرست مسلمان رہنماؤں اور "علماء کرام" نے جب تحریک ترک موالات کے دوران ذبیحہ گاؤ کے سلسلے میں ہندوؤں کی ہاں میں ہاں ملانی شروع کر دی تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ان کے ان نئے دوستوں کے مظالم اور خطرناک عزائم سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا :-

"کیا وہ ہم سے دین پر نہ لڑے ؟ کیا قربانی گاؤ پر ان کے سخت ظالمانہ فساد پٹنے پڑ گئے ؟ کیا کٹار پور و آرہ اور کہاں کہاں کے ناپاک و ہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہو گئے ؟ بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے، ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں، قرآن پاک کے پاک اوراق پھاڑے، جلائے اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لیے کلیجہ منہ کو آئے ۔" ؎۲

"یہ قربانی گاؤ کا مسئلہ ایسا ہی ہے، کون سا ہندو ہے جس کے دل میں اس کا نام سن کر آگ نہیں لگتی، کون سی ہندو زبان ہے جو گئو رکھشا کی مالا نہیں

؎۱ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری، مولانا : رسائل رضویہ جلد دوم، مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۲۲۲ - ۲۲۳ ؎۲ ایضاً ص ۱۱۶

چیتی، کونسا شہر ہے جہاں اس کی سبھا یا اُس کے ارکان یا اُس میں چندہ دینے والے نہیں، کیا یہ مقدّس بے گناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی شہادتیں، یہ قرآن مجید کی اہانتیں انہیں ناپاک رکھشاؤں انہیں مجموعی سفاک سبھاؤں کے نتائج نہیں، نہ سہی ع

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

اب جس شہر، جس قصبہ، جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو، اپنی مذہبی قربانی کے لیے گائے پچھاڑو، اس وقت یہی تمہاری بائیں پسلی کے نکلے، یہی تمہارے سگے بھائی، یہی تمہارے منہ بولے بزرگ، یہی تمہارے آقا، یہی تمہارے پیشوا، تمہاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں؟ ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالیے، وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں، تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر وبادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے۔ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہندو دین میں ہم سے محارب ہیں!"[1]

ایک اور موقع پر فرمایا کہ "اب لیڈر کہلانے والے کلمہ گو بھی اُن (ہندوؤں) کے ساتھ ہو گئے، لاجرم مسلمانوں پر بحکم شرع واجب ہوا کہ قربانی گاؤ کے ابقاء و اجرا میں انتہائی کوشش کریں۔"[2]

---

[1] ابوالکلام آزاد کا خیال تھا کہ: "مسٹر گاندھی نے جنگِ آزادی میں اپنی جان اور مال دونوں لٹا دیا۔ پس وہ فی الحقیقت "مجاہد فی سبیل اللہ" ہیں اور بانفسھم وباموالھم کے ہر دو مراحلِ جہاد مقدس سے گزر چکے ہیں۔ یہ (مسٹر گاندھی) حق وعدالت کا عجیب سپہ سالار ہے (ماہنامہ طلوعِ اسلام (دہلی) محرم الحرام ۱۳۵۸ھ/ مارچ ۱۹۳۹ء ص ۹۰)

[2] محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، مولانا: رسائل رضویہ جلد دوم مکتبہ حامدیہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۱۱۷-۱۱۸

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

تحریک ترک موالات کے دوران ہی فاضل بریلوی نے ذبیحہ گاؤ سے متعلق بعض حضرات کے غیر شرعی بیانات پر شدید گرفت کی اور ثبوت میں کئی اکابر علماء کے فتاویٰ بھی پیش کئے لیکن بخوفِ طوالت انہیں قلمزد کرتے ہوئے ہم ایک من گھڑت الزام کا رد ان ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں :-

وہ یہ شدید بدگمانی کہ "مخالفین ترک قربانی گائے کا منشاء مجھے یقینی طور سے معلوم ہوا ہے کہ خلافت کیٹی میں رکاوٹ ہو اور اعدائے خلافت کی تائید اور تفرقہ پردازی سے فائدہ اٹھایا جائے" کیسا اشد حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں حضرت سیدی زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔

الظن الخبیث لا ینشؤ الا من القلب الخبیث۔

اور پھر اپنی بدگمانی کو یقین بتانا اور سخت جرأت، مطلب یہ کہ مسلمان طرفداری نصاریٰ کی خبیث تہمت سے ڈر کر چپ ہو بیٹھیں اور دل کے پیارے، آنکھوں کے تارے، لاڈلے دولارے ہندو بھائیوں کا کام بن جائے، شعار اسلام ہندوستان سے فنا ہو جائے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔[۱]

بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی درج ذیل بالا تحریریں پڑھی تھیں یا نہیں لیکن حضرت کے افکار و نظریات نے مجموعی طور پر جو فضا قائم کر دی تھی، اس تناظر میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ۳ے محمد مصطفیٰ رضا خاں، مفتی اعظم ہند: الطاری الداری حصہ اول، انجمن ارشاد المصلین لاہور ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء ص ۵۳ (حاشیہ صفحہ موجودہ) [۱] ایضاً ص ۵۳-۵۴

قائد کے صرف دو ارشادات ملاحظہ فرمائیں :۔۔۔۔۔

ہندوؤں اور مسلمانوں کا بنیادی فرق واضح کرنے کے لیے قائدِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ برملا کہتے تھے :۔۔۔۔۔

"ہندو گائے کو پوجتے ہیں اور مسلمان اس کا گوشت کھاتے ہیں" [۱]

ایک اور موقع پر فرمایا :۔۔۔۔۔

"I hate all this Hindus nonsence about cows being sacred and the Hindus telling us that we Muslims have no right to kill them for beef".

ترجمہ :۔ مجھے ہندوؤں کی اس احمقانہ بات سے نفرت ہے کہ گائیں مقدس ہیں اور یہ کہ ہندو ہم مسلمانوں کو بتاتے ہیں کہ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ گوشت کے لیے انہیں ذبح کریں" [۲]

آخر میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس اپیل پر تحریر ہذا کا اختتام کرتا ہوں :۔۔۔۔۔

"تبدیل احکام الرحمٰن اور اختراع احکام الشیطان سے ہاتھ اٹھاؤ، مشرکین سے اتحاد توڑ دو، مرتدین کا ساتھ چھوڑ دو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامنِ پاک اپنے سایہ میں لے، دنیا نہ ملے نہ ملے، دین تو ان کے صدقے میں ملے [۳] ۔۔۔۔۔"

وما علینا الا البلاغ المبین

---

[۱] شکیل احمد ضیاء: ابوالکلام آزاد کے انکشافات، شبلی پبلی کیشنز کراچی ۱۹۸۸ء ص ۱۸

William L. Shirer: Gandhi A Memor, sphere Books Ltd. London, 1981 Page 120).

[۳] رئیس احمد جعفری: اوراق گم گشتہ، محمد علی اکیڈمی لاہور ۱۹۶۸ء ص ۳۰۴ - ۳۰۵

مآخذ و مراجع

نمبر شمار	مصنف/مرتب	نام کتاب	ناشر	سنِ طباعت
۱	ابوالاعلیٰ مودودی	آفتاب تازہ	ادارہ معارف اسلامی لاہور	۱۹۹۴ء
۲	آزاد، ابوالکلام	انڈیا ونز فریڈم (انگریزی)	اورینٹ لانگ مین لمیٹڈ مدراس۔	۱۹۸۸ء
۳	احمد رضا خاں، امام	النفس الفکر فی قربان البقر	مطبع اہل سنت وجماعت بریلی	۔۔ -
۴	احمد سعید	قائداعظم مسلم پریس کی نظر میں۔	قائداعظم اکادمی کراچی	۱۹۸۱ء
۵	اسرار الرحمن بخاری	اسلام اور مذاہب عالم	نیو بک پیلس لاہور	-
۶	انوار الحسن	تجلیات عثمانی	مطبوعہ ملتان	-
۷	ایچ بی خان	برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار۔	قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت اسلام آباد۔	۱۹۸۵ء
۸	برہان الدین احمد فاروقی۔	حضرت شیخ احمد سرہندی کا نظریہ توحید۔	کتب خانہ پنجاب لاہور	۱۹۴۷ء
۹	(Penderal Moon)	(Wavell the Viceroy's Journal	(Oxford University Press Karachi)	۱۹۷۴ء
۱۰	(P. Hardy)	The Muslims of British India	(Pakistan Publishi ng House Karachi)	۱۹۷۴ء
۱۱	تاج الدین احمد تاج منشی۔	ہندوؤں سے ترک موالات۔	مکتبہ رضویہ لاہور	۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء

۱۲	(Jawaharlal Nehru)	The Discovery of India	ANCHOR BOOKS NEW YORK	۱۹۶۰ء
۱۳	جی الانا	قائد اعظم جناح، ایک قوم کی سرگذشت۔	فیروز سنز لاہور	-
۱۴	(J.F.C. Fuller)	India in Revolt	Eyre and Spotiswoode Publications Ltd. London.	-
۱۵	(Rajainder Prasad Dr.	India Divided	Books Traders Lahore	-
۱۶	R.K. Kara njia)	(The Mind of Nehru)	George Alen and Unwin Ltd. London	۱۹۶۱ء
۱۷	رشید محمود راجا	تحریک ہجرت (۱۹۲۰ء)	مکتبہ عالیہ لاہور	۱۹۸۸ء
۱۸	رئیس احمد جعفری	اوراق گم گشتہ	محمد علی اکیڈمی لاہور	۱۹۶۸ء
۱۹	" " "	علی برادران	" " " "	۱۹۶۳ء
۲۰	" " "	قائد اعظم اور ان کا عہد	مقبول اکیڈمی لاہور	-
۲۱	C.H. Philips	(The Partition of India)	George Allen and Unwin Ltd. London	۱۹۷۰ء
۲۲	(Superintendent Govt. Printing Lahore)	(A History of Non-cooperation)	Government of Punjab Lahore	۱۹۲۵ء
۲۳	سردار محمد خان، چودھری۔	حیاتِ قائد اعظم	پبلشرز یونائیٹڈ لاہور	۱۹۴۹ء

۲۴	شکیل احمد ضیاء	ابوالکلام آزاد کے انکشافات۔	شبلی پبلی کیشنز، کراچی	۱۹۸۸ء
۲۵	عبدالرشید ارشد	بیس بڑے مسلمان	مکتبہ رشیدیہ لاہور	۱۹۸۶ء
۲۶	عبداللہ لغاری	مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگزشت کابل۔	قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت اسلام آباد	۱۹۸۰ء
۲۷	کاش البرنی	مسلم انڈیا	سٹار لائٹ پبلشنگ کمپنی لاہور	۱۹۴۳ء
۲۸	محمد اکرام، شیخ	رودِ کوثر	فیروز سنز لاہور	۱۹۷۰ء
۲۹	محمد امین زبیری	سیاستِ ملیہ	آتش فشاں پبلی کیشنز لاہور	۱۹۹۱ء
۳۰	محمد سرور، پروفیسر	افادات وملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی	سندھ ساگر اکادمی لاہور	۱۹۸۷ء
۳۱	محمد سلیمان اشرف، پروفیسر	الرشاد	مکتبہ رضویہ لاہور	۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء
۳۲	محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، مولانا	رسائل رضویہ جلد دوم	مکتبہ حامدیہ لاہور	۱۹۷۶ء
۳۳	محمد عدیل عباسی، قاضی۔	تحریکِ خلافت	پروگریسو بکس لاہور	۱۹۸۶ء
۳۴	محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر۔	تذکرہ مظہر مسعود	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی	۱۹۶۹ء
۳۵	" " "	مکتوبات امام احمد رضا مع تنقیدات وتعاقبات	مکتبہ نبویہ لاہور	۱۹۸۸ء
۳۶	محمد مصطفیٰ رضا خان، مفتی اعظم ہند۔	الطاری الداری حصہ اوّل۔	انجمن ارشاد المسلمین لاہور	۱۹۸۳ء

۳۷	محمد نعیم الدین مراد آبادی صدر الافاضل مولانا	مجموعہ افاضات صدر الافاضل	ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور	-
۳۸	نصر اللہ خاں	کیا قافلہ جاتا ہے	مکتبہ تہذیب و فن کراچی	۱۹۸۴ء
۳۹	دلی مظہر ایڈووکیٹ	عظمتوں کے چراغ جلد سوم	مجلس کارکنان تحریک پاکستان ملتان	۱۹۸۹ء
۴۰	(William L. Shirer)	(Gondhi A. Memoir) ۱۹۸۱ء	(Sphere Books Ltd London)	

۴۱ ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد) جمادی الاول ۱۳۳۸ھ
۴۲ " طلوعِ اسلام (دہلی) مارچ ۱۹۳۹ء
۴۳ " " " (") اپریل "
۴۴ " " " (") جولائی "
۴۵ " نقوش (لاہور) خطوط نمبر جلد دوم
۴۶ " اردو ڈائجسٹ (لاہور) اپریل ۱۹۸۳ء
۴۷ " " " (") اپریل "
۴۸ " رضوان (لاہور) مئی ۱۹۸۹ء
۴۹ ہفت روزہ خدام الدین (لاہور) ۱۰ مارچ ۱۹۶۱ء
۵۰ " آئین (لاہور) ۱۲ نومبر ۱۹۷۰ء۔ اشاعتِ خاص
۵۱ مجلہ برگِ گل (کراچی) ۱۴۰۱ھ جوہر نمبر
۵۲ روزنامہ انقلاب (لاہور) ۵ جنوری ۱۹۳۸ء